سپریم کورٹ رپورٹس (2002) SUPP. 5 ایس سی آر

بجئے کمار مہانتے

بنام

جادو@رام چندرا ساہو

13/دسمبر،2002

[وائی۔کے۔سابھروال اور کے۔جی۔بالاکرشنن، جسٹسز]

توہین عدالت ایکٹ، 1971؛ دفعہ 19:

پولیس اسٹیشن کے انچارج افسر نے ضمانت کے حکم نامے کے پیش کیے جانے کے باوجود ملزم کو گرفتار کرلیا۔توہین عدالت کے مقدمات۔عدالت عالیہ نے پولیس افسر کو توہین عدالت کا مرتکب پایا اور اسے شہری قید کی سزا سنائی۔اپیل پر، فیصلہ : جب عدالت کے حکم کی خلاف ورزی کی جاتی ہے تو فریق مقدمہ کو بے یارو مددگار نہیں چھوڑا جانا چاہیے، ورنہ نہ صرف فرد کو نقصان ہوگا بلکہ انصاف کا انتظام بھی بدنام ہوگا۔معاملہ کے حقائق اور حالات کے تحت، عدالت عالیہ نے صحیح طور پر پولیس افسر کو توہین عدالت کا مرتکب پایا۔

تاخیر سے مرحلے پر غلطی کرنے والے پولیس افسر کی طرف سے دی گئی معافی-کی قبولیت-منعقد: معافی مخلصانہ نہیں تھی بلکہ محض سزا سے بچنے کے لیے دی گئی تھی-اس لیے قبول نہیں کی گئی۔

مدعاعلیہ نے ایک پولیس افسر پر حملہ کیا تھا اور اس کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا تھا سیشن جج نے اسے ضمانت دے دی اور مدعاعلیہ کی طرف سے متعلقہ پولیس اسٹیشن کے انچارج افسر کو ضمانت کا حکم پیش صنعتی عمل کے باوجود، مدعاعلیہ کو اپیل کنندہ نے ایک پولیس افسر کے ذریعے گرفتار کیا اور بعد میں مجسٹریٹ نے اسے رہا

کر دیا سیشن کورٹ کے حوالہ پر، عدالت عالیہ نے قصوروار پولیس افسر کے خلاف توہین عدالت کی کارروائی شروع کی اور اسے توہین عدالت کا مجرم پایا اور اسے 7 دن کی مدت کے شہری قید کی سزا سنائی۔ اس لیے پولیس افسر کی طرف سے یہ اپیل۔

اپیل کنندہ کی طرف سے یہ دعوی کیا گیا کہ عدالت عالیہ کا صنعتی عمل امکانات پر مبنی تھا اور کوئی آزاد شہادت پیش کیے بغیر؛ اور اس مدعاعلیہ نے اپیل کنندہ/ ایس ڈی او اور ایس ڈی پی او کے سامنے ضمانت کے حکم کی کاپی پیش نہیں کی۔

اپیل مسترد کرتے ہوئے عدالت نے:

فیصلہ 1.1: یہ مفادِ عامہ کی بات ہے کہ عدالت کا حکم حاصل کرنے کے بعد، جب اس طرح کے حکم کی خلاف ورزی کی جاتی ہے تو لوگوں کو بے بس یا بغیر کسی حل کے محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ [D-92]

1.2۔ قانون کی حکمرانی جمہوری معاشرے کی بنیاد ہے۔ عدلیہ قانون کی حکمرانی کا محافظ ہے۔ اگر عدالت کے احکامات کی ان لوگوں کی طرف سے معافی کے ساتھ نافرمانی کی جاتی ہے جو قانون کی حکمرانی کو برقرار رکھنے کے لیے معاشرے پر واجب الادا ہیں، تو نہ صرف انفرادی مدعیوں کو نقصان پہنچے گا، بلکہ انصاف کی پوری انتظامیہ کو بدنام کیا جائے گا۔ [92-جی]

1.3۔ اپیل کنندہ کے خلاف مقدمہ معقول شک سے بالاتر ثابت ہونا ضروری ہے۔ ایکٹ کے تحت توہین عدالت کی کارروائی نیم مجرمانہ ہے۔ ثبوت کا معیار مجرمانہ کارروائی کا ہے۔ لہٰذا، الزام کو معقول شک سے بالاتر قائم کرنا ہوگا۔

(93-ای)

1.4۔ فوری معاملے میں، اپیل کنندہ کے خلاف الزام معقول شک سے بالاتر ثابت ہوا۔ مدعاعلیہ کو صبح 7 بجکر 30 منٹ پر اس کی رہائش گاہ سے گرفتار کیا گیا۔ اس وقت واحد دوسرا شخص دستیاب تھا جب ضمانت کے حکم کی مصدقہ نقل اپیل کنندہ کو دکھائی گئی تھی وہ مدعاعلیہ کی ماں تھی جس سے گواہ کے طور پر پوچھ گچھ

کی گئی تھی۔ اپیل کنندہ نے حکم کو کچل دیا۔ مختلف افراد میں ایک ہی واقعہ بیان کرتے ہوئے مختلف زبان استعمال کرنے کا رجحان ہوتا ہے۔ یہ کوئی نتیجہ نہیں ہے کہ مدعاعلیہ نے ایک مرحلے پر کہا کہ ضمانت کا حکم جب پیش کیا گیا تو 'پھٹا ہوا' تھا، دوسرے مرحلے پر کہا گیا کہ یہ 'بنڈل' تھا اور اس حکم کے حوالے سے اس کی ماں نے 'رگڑ' کا لفظ استعمال کیا۔ مذکورہ حکم کی جانچ عدالت عالیہ نے اس نتیجے پر پہنچنے سے پہلے کی تھی کہ اس پر تشدد کے نشانات ہیں۔ اپیل کنندہ نے اعتراف کیا کہ اس کے عقیدے کے مطابق مدعاعلیہ کو ضمانت دے دی گئی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو اپیل کنندہ اس عقیدے کے باوجود مدعاعلیہ کو گرفتار کرنے کے بجائے اس حکم کو پیش کرنے کا موقع دیتا۔ اپیل کنندہ مدعاعلیہ کو کسی بھی طرح گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ یہ مقدمہ ایک پولیس اسٹیشن کے پولیس افسر پر مبینہ حملے سے متعلق ہے جس کا اپیل کنندہ انچارج تھا۔

(A-94؛F-H-93)

1.5۔ عدالت عالیہ کے اس نتیجے میں کوئی غلطی نہیں پائی جا سکتی کہ یہ عمل انتقام کا نتیجہ تھا جس نے اپیل کنندہ کو اس کے اس یقین کے خلاف کارروائی کرنے پر مجبور کیا کہ مدعاعلیہ کو ضمانت دے دی گئی تھی۔ (94-ا)

موتیو نجے داس اور دیگر بنام سید حسیبر رحمان اور دیگران، (2001) 3 ایس سی سی 739، پر انحصار کیا۔

2۔ سیشن جج کی طرف سے ضمانت دیے جانے کے باوجود مدعاعلیہ کو اس کی شخصی آزادی سے محروم کر دیا گیا۔ اپیل کنندہ نے تقریباً 12 سال گزرنے کے بعد ہی معافی مانگی ہے۔ معافی مخلصانہ ہونی چاہیے نہ کہ محض سزا سے بچنے کے لیے۔ یہ کوئی مناسب معاملہ نہیں ہے جہاں اس تاخیر کے مرحلے پر دی گئی معافی کو قبول کیا جانا چاہیے۔ اس نوعیت کے معاملے میں، جہاں ایک پولیس افسر ضمانت کے حکم کو نظر انداز کرتے ہوئے کسی شخص کو اس وجہ سے گرفتار کرتا ہے کہ اس کے خلاف مقدمہ پولیس اہلکار پر مبینہ حملے کا ہے، صرف جرمانے کی سزا انصاف کے مقاصد کو پورا نہیں کرے گی۔ (94-سی-ای)

فوجداری اپیلیٹ کا دائرہ اختیار فیصلہ : 1993 کی فوجداری اپیل نمبر 441۔

فوجداری نمبر 1 میں اڑیسہ عدالت عالیہ کے 7.4.1993 کے فیصلے اور حکم سے۔ 1992 کا ایم۔ سی۔124۔

اپیل کنندہ کے لیے راج کمار مہتا، محترمہ ایم سارداا اور محترمہ سمن لکریتی۔

جواب دہندہ کے لیے جنارجن داس۔

عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

جسٹس وائی کے سابھاروال۔ پولیس افسران کو ایک نظم وضبط فورس کا رکن سمجھا جاتا ہے۔عدالت کے احکامات کی خلاف ورزی کرنے کے ان میں کسی بھی رجحان کو روکنا انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ اس وقت زائد ہوتا ہے جب حکم کی خلاف ورزی کے نتیجے میں کسی فرد کی شخصی آزادی سے محرومی ہوتی ہے۔ اگر قانون کے محافظ، بدلہ لینے کے لیے، عدالتی احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ان سے سختی سے نمٹنا پڑے گا اور اس خیال کے ساتھ مناسب سزا بھی دی جائے گی کہ جو پورے بورڈ میں پیغام بھیجتا ہے کہ اس طرح کے عمل کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔

اپیل کنندہ ایک پولیس افسر ہے۔متعلقہ وقت پر، یعنی 13 نومبر 1990 کو، وہ زیر بحث پولیس اسٹیشن کے افسر انچارج تھے۔اس پولیس اسٹیشن کے ایک پولیس افسر نے اطلاع دی تھی کہ مدعاعلیہ نے 30 ستمبر 1990 کو اس پر حملہ کیا تھا، جو کہ دیوی درگا کے وسرجن کا دن تھا جب وہ ڈیوٹی پر تھا اور مدعاعلیہ کو اس نے دوسری تصویر (میدھا) کو پاس کرنے کے لیے کہا تھا۔مدعاعلیہ کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا۔

اب، تسلیم شدہ حقائق۔مذکورہ کیس کے سلسلے میں مدعاعلیہ کو اپیل کنندہ نے 13 نومبر 1990 کو صبح 7 بجکر 30 منٹ پر اس کی رہائش گاہ سے گرفتار کیا تھا۔اسے پولیس حراست میں رکھا گیا اور 14 نومبر کو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا۔اسی معاملہ کے سلسلے میں مدعاعلیہ کو سیشن جج نے 6 نومبر 1990 کو ضمانت دے دی تھی۔مدعاعلیہ نے 7 نومبر کو ضمانت کے حکم کی مصدقہ نقل حاصل کی تھی۔مدعاعلیہ کو 14

نومبر کو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا جب اس کے وکیل نے سیشن جج کے حکم کی مصدقہ نقل پیش کی اور اس طرح اسے مجسٹریٹ نے رہا کر دیا۔

واحد تنازعہ یہ ہے کہ آیا مدعا علیہ نے اپیل کنندہ کے سامنے اپنی گرفتاری کے وقت ضمانت کے حکم کی مصدقہ نقل پیش کی تھی۔ مدعا علیہ کے مطابق، اسے پیش کیا گیا تھا۔ عدالت عالیہ کی طرف سے شروع کی گئی توہین عدالت کی کارروائی میں، کٹک کے سیشن جج سے حوالہ موصول ہونے پر، اپیل کنندہ نے اس بات سے انکار کیا کہ ضمانت کے حکم کی کاپی اس کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ عدالت عالیہ نے شواہد کی تعریف پر فیصلہ دیا کہ ضمانت کے حکم کی کاپی اپیل کنندہ کے سامنے پیش کی گئی جس نے مدعا علیہ کو اس کے باوجود گرفتار کیا۔ اپیل کنندہ کو توہین عدالت کا مجرم قرار دیا گیا اور اسے سات دن کی مدت کے دیوانی قید کی سزا سنائی گئی۔ ان حالات میں یہ اپیل توہین عدالت ایکٹ 1971 (مختصر طور پر 'ایکٹ') کی دفعہ 19 کے تحت دائر کی گئی ہے۔

یہ مفادِ عامہ کی بات ہے کہ عدالت کا حکم حاصل کرنے کے بعد، جب اس طرح کے حکم کی خلاف ورزی کی جاتی ہے تو لوگوں کو بے بس یا بغیر کسی علاج کے محسوس نہیں کرنا چاہیے۔

ایڈووکیٹ جنرل، بہار بنام ایم پی کھاری انڈسٹریز، [1980] 3 ایس سی سی 311 میں، اس عدالت نے کہا کہ "توہین آمیز طرز عمل کے طور پر سزا دینا ضروری ہوسکتا ہے، جو عدالتی عمل کی بدسلوکی اور مذاق اڑاتا ہے اور جو اس طرح کارروائی میں فریقین سے آگے اپنے تباہ کن اثر و رسوخ کو بڑھاتا ہے اور انصاف کے انتظام میں عوام کے مفاد کو متاثر کرتا ہے۔ انصاف کے موثر اور منظم انتظام میں عوام کا مفاد، مستقل اور حقیقی مفاد اور اہم حصہ ہے، کیونکہ جب تک انصاف کا انتظام نہیں کیا جاتا، تب تک تمام حقوق اور آزادیوں کے ختم ہونے کا خطرہ ہے۔ عدالت کا فرض ہے کہ وہ انصاف کے مناسب انتظام میں عوام کے مفاد کا تحفظ کرے اور اس لیے یہ عدالت کی توہین ہے نہ کہ 'توہین عدالت' کے خلاف عدالت کے وقار کا تحفظ کرنے کے لیے، بلکہ عوام کے اس حق کی حفاظت اور توثیق کرنے کے لیے کہ انصاف کے انتظام کو روکا، تعصب، رکاوٹ یا مداخلت نہیں کی جائے گی۔

قانون کی حکمرانی جمہوری معاشرے کی بنیاد ہے۔عدلیہ قانون کی حکمرانی کی محافظ ہوتی ہے۔اگر عدالت کے احکامات کی ان لوگوں کی طرف سے معافی کے ساتھ نافرمانی کی جاتی ہے جو قانون کی حکمرانی کو برقرار رکھنے کے لیے معاشرے پر واجب الادا ہیں،تو نہ صرف انفرادی مدعیوں کو نقصان پہنچے گا،بلکہ انصاف کی پوری انتظامیہ کو بدنام کیا جائے گا۔

اپیل کنندہ کے خلاف مقدمہ عدالت عالیہ نے شواہد کی تعریف،مقدمے کی فائلوں کے اصل ریکارڈ بشمول ضمانت کے حکم کی مصدقہ نقل جو حاصل کی گئی تھی اور اس کی شرط پر ثابت کیا تھا۔

محترم مہتا،اپیل کنندہ کے فاضل وکیل،پیش کرتے ہیں کہ عدالت عالیہ نے اپیل کنندہ کے خلاف جرم کا صنعتی عمل بغیر کسی آزاد ثبوت کے پیش کیے واپس کر دیا تھا۔یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ یہ نتیجہ امکانات پر مبنی ہوتا ہے جب قانون کی ضرورت یہ ہوتی ہے کہ توہین عدالت کا الزام کسی معقول شک سے بالاتر ثابت کیا جائے۔یہ بھی دعوی کیا گیا کہ اپیل کنندہ نے مدعاعلیہ کو مجسٹریٹ کے پاس بھیجتے ہوئے آخر میں اپنے ہاتھ میں ذکر کیا تھا کہ مدعاعلیہ نے اسے ضمانت کے حکم کے بارے میں بتایا جو معروف سیشن جج نے منظور کیا تھا جو اس کی نیک نیتی کو ظاہر کرتا ہے۔مزید دلیل ہے کہ اپیل کنندہ کا یہ یقین کہ مدعاعلیہ کو ضمانت دی گئی تھی،اس کا کوئی نتیجہ نہیں تھا کیونکہ مدعاعلیہ کو اس کے خلاف درج مقدمے کے سلسلے میں گرفتار کرنا اس کا فرض تھا اور وہ صرف اپنے عقیدے پر عمل کرتے ہوئے مدعاعلیہ کو رہا نہیں کر سکتا تھا۔مزید یہ پیش کیا گیا کہ مدعاعلیہ نے ایس ڈی او اور ایس ڈی پی او کے سامنے ضمانت کا حکم پیش نہیں کیا جو مدعاعلیہ کی گرفتاری کے بعد پیدا ہونے والے تناو پر پولیس اسٹیشن آئے تھے۔

ہمیں اس دلیل کو قبول کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہے کہ اپیل کنندہ کے خلاف مقدمہ معقول شک سے بالاتر ثابت ہونا ضروری ہے۔ایکٹ کے تحت توہین عدالت کی کارروائی نیم مجرمانہ ہے۔ثبوت کا معیار مجرمانہ کارروائی کا ہے۔لہذا،الزام کو معقول شک سے بالاتر قائم کرنا ہوگا(دیکھیں موتیو نجے داس اور دیگر بنام سید حسیبر رحمان اور دیگران،[2001] 3 ایس سی سی 739۔

تاہم، ہم فاضل وکیل کی اس دلیل کو قبول کرنے سے قاصر ہیں کہ اپیل کنندہ کے خلاف الزام معقول شک سے بالاتر ثابت نہیں ہوا ہے۔ مدعاعلیہ کو صبح 7 بجکر 30 منٹ پر اس کی رہائش گاہ سے گرفتار کیا گیا۔ اس وقت واحد دوسرا شخص دستیاب تھا جب ضمانت کے حکم کی مصدقہ نقل اپیل کنندہ کو دکھائی گئی تھی وہ مدعاعلیہ کی ماں تھی جس سے گواہ کے طور پر پوچھ گچھ کی گئی تھی۔ اپیل کنندہ نے حکم کو کچل دیا۔ مختلف افراد میں ایک ہی واقعہ بیان کرتے ہوئے مختلف زبان استعمال کرنے کا رجحان ہوتا ہے۔ یہ کوئی نتیجہ نہیں ہے کہ مدعاعلیہ نے ایک مرحلے پر کہا کہ ضمانت کا حکم جب پیش کیا گیا تو 'پھٹا ہوا' تھا، دوسرے مرحلے پر کہا گیا کہ یہ 'بنڈل' تھا اور اس حکم کے حوالے سے اس کی والدہ نے 'رگڑ' کا لفظ استعمال کیا۔ مذکورہ حکم، جیسا کہ پہلے ہی دیکھا گیا ہے، عدالت عالیہ نے اس نتیجے پر پہنچنے سے پہلے جانچ کی تھی کہ اس میں تشدد کے نشانات ہیں۔ اپیل کنندہ نے اعتراف کیا کہ اس کے عقیدے کے مطابق مدعاعلیہ کو ضمانت دے دی گئی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو اپیل کنندہ اس عقیدے کے باوجود مدعاعلیہ کو گرفتار کرنے کے بجائے اس حکم کو پیش کرنے کا موقع دیتا۔ اپیل کنندہ مدعاعلیہ کو کسی بھی طرح گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ یہ مقدمہ ایک پولیس اسٹیشن کے پولیس افسر پر مبینہ حملے سے متعلق ہے جس کا اپیل کنندہ انچارج تھا۔ عدالت عالیہ کے اس نتیجے میں کوئی غلطی نہیں پائی جاسکتی کہ یہ عمل انتقام کا نتیجہ تھا جس نے اپیل کنندہ کو اس عقیدے کے خلاف کارروائی کرنے پر مجبور کیا کہ مدعاعلیہ کو ضمانت دی گئی تھی اور اس طرح کے عقیدے کے خلاف کارروائی کی گئی تھی۔ مدعاعلیہ کی گرفتاری کے نتیجے میں تناؤ پیدا ہوا کیونکہ اسے ضمانت کے حکم کے باوجود گرفتار کیا گیا تھا۔ یہ ظاہر کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا کہ مدعاعلیہ کو ایس ڈی او اور ایس ڈی پی او کے سامنے پیش کیا گیا جب وہ پولیس اسٹیشن گئے۔ یہ کسی کا معاملہ نہیں ہے کہ ان افسران نے مدعاعلیہ سے ملاقات کی۔ عدالت عالیہ نے اپیل کنندہ کو توہین عدالت کا مجرم قرار دیا ہے۔

اپیل کنندہ کے فاضل وکیل کا دعوی ہے کہ معافی جواب اپیل کنندہ کی طرف سے دی گئی ہے اسے قبول کیا جاسکتا ہے۔ اس واقعے کا تعلق سال 1990 سے ہے۔ سیشن جج کی طرف سے ضمانت دیے جانے کے باوجود مدعاعلیہ کو اس کی شخصی آزادی سے محروم کر دیا گیا۔ اپیل کنندہ نے تقریبا 12 سال گزرنے کے بعد

ہی معافی مانگی ہے۔ یہ اپیل سال 1993 میں قبول کی گئی تھی۔ یہ مقدمہ کافی عرصے سے زیر سماعت ہے۔ معافی صرف 30 نومبر 2002 کو طلب کی گئی ہے۔ معافی مخلصانہ ہونی چاہیے نہ کہ محض سزا سے بچنے کے لیے۔ ہمارے خیال میں، یہ کوئی مناسب معاملہ نہیں ہے جہاں اس دیر سے کیے گئے مرحلے پر دی گئی معافی کو قبول کیا جانا چاہیے۔

آخر میں، یہ دلیل دی گئی کہ اپیل کنندہ پر قید کے بجائے جرمانہ عائد کیا جائے۔ اس نوعیت کے معاملے میں، جہاں ایک پولیس افسر ضمانت کے حکم کو نظر انداز کرتے ہوئے کسی شخص کو اس وجہ سے گرفتار کرتا ہے کہ اس کے خلاف مقدمہ پولیس اہلکار پر مبینہ حملے کا ہے، ہمیں نہیں لگتا کہ محض جرمانے کی سزا انصاف کے مقاصد کو پورا کرے گی۔ عدالت عالیہ کے فیصلے اور حکم میں کسی مداخلت کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے مطابق اپیل مسترد کر دی جاتی ہے۔

ایس۔کے۔ایس۔

اپیل مسترد کر دی گئی۔

Meraj U Din Sofi
2025.06.04 15:45
I am the author of this
document